قرآن اور اقبال

☆ ڈاکٹر محمد عبداللہ قاضی

علامہ اقبال نے انیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو اردگرد کی دنیا میں مغربی تمدن اور مغربی افکار کا چلن تھا۔ ۱۸۵۷ء کے خون آشوب حادثے کے باوجود مسلمان شمال مغربی ہند میں انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھے، لیکن اس سے قوم کا ذہین ترین طبقہ ظلم وتشدد کا نشانہ بنا۔ دہلی سے لکھنؤ تک لہو کا دریا بہہ نکلا، چار سو سسکیاں سنائی دیتی تھیں۔ قوم کے نئے رہنما خود کو دولت برطانیہ کا ایجنٹ شمار کروانے کے لیے کوشاں تھے۔ انیسویں صدی کے نصف اول کے برطانوی مفکرین کی تحریروں کو آسمانی صحیفہ کا درجہ دیا جا رہا تھا۔

بلا شبہ مدرسوں اور گھروں میں قرآن حکیم کی تلاوت کی جاتی تھی، قرآن محض ایک روایت کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اجتماعی زندگی کے حوالہ سے بے معنی اور لایعنی ہو کر رہ گیا تھا اس کی جگہ ضابطہ تعزیراتِ ہند نے لے لی تھی۔ فرنگی آقاؤں کا تمدن آنکھوں کو خیرہ کیے جا رہا تھا۔

ایسے ماحول اور حالات میں اقبالؒ نے قرآن حکیم کو اپنے افکار کا سرچشمہ بنایا۔ اقبال نے جہاں مغرب سے مرعوبیت کے بت توڑے وہاں برعظیم پاک و ہند میں غلامی اور انحطاط کے دور کے دوسرے عناصر کا بھی ازالہ کیا۔

انہوں نے قدیم خانقاہی نظام پر بھی ضرب کاری لگائی جس کا دامن دنیا میں مردانہ وار لڑنے کے فکر سے خالی تھا، اور وہ صرف خانقاہ میں محصور ہونے کا مبلغ تھا، ان کے انداز فکر نے مسلمانوں کی جرأت کو سلب کر رکھا تھا۔

علامہ کا کہنا ہے وہی قرآن جس نے مسلمانوں کو دنیا کا مالک بنایا تھا اب اس کے ذریعے ترکِ دُنیا کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

☆ وائس پرنسپل، گورنمنٹ کالج، قصور۔

اسی قرآں میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پروین کا امیر (ضرب کلیم)

حضرت علامہ نے اس امر کو واشگاف الفاظ میں واضح کیا کہ مسلمان کی عارضی کمزوروں کا یہ مفہوم نہ لیا جائے کہ اس نے دشمنان اسلام کو مقتدرہ قوت مان لیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِیَّاهُ ذَالِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَر النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف، آیت ۴۰)

یعنی اپنا حکم چلانا صرف اللہ ہی کا حق ہے، بندوں کو اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو، کیونکہ بندوں کے لیے صحیح طریقِ زندگی یہی ہے، مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔''

ساری کائنات کا مالک وخالق اللہ ہی تو ہے اور سب کچھ اسی کے تابع ہیں، انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور مادی وسائل اس کی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہیں اور یہ وسائل اس کے لیے مسخر کر دیئے ہیں، جب کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس لیے زمین پر کسی کو حکم چلانے کا اختیار نہیں ہے اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر اپنا قانون نافذ کرتا ہے تو ان کے بارے میں فرمان الٰہی ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ ○ (المائدہ، آیت ۴۴)

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ (المائدہ، آیت ۴۷)

گویا ایسے لوگ کافر، فاسق، باغی کہلائیں گے اور جو برضاء ورغبت غیر ما انزل اللہ کو تسلیم کریں گے وہ بھی سرکش کہلائیں گے۔

اگر ہم کسی انسان یا ادارے کو حاکم اعلیٰ تسلیم کر کے قانون سازی کے مکمل اختیارات تفویض کریں گے تو یقیناً ایسا قانون وضع ہوگا جس سے صرف مخصوص طبقوں کے اغراض کی تکمیل ہوگی یوں انسان انسان کا غلام ہو کر رہ جائے گا، طاقتور کمزور کا استحصال کرے گا، فتنے

سر اٹھائیں گے.

اسی حوالے سے اقبال کہتا ہے:

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری (خضر راہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنِ تَّبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرہ، آیت ۳۸)

یعنی ''جس نے میری ہدایت کی پیروی کی اس پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی اسے غم لاحق ہوگا'' اللہ کا بندہ کبھی اور کسی بھی حالت میں غیر اللہ کی غلامی قبول نہیں کرتا گویا نہ وہ کسی کا غلام ہوتا ہے نہ اس کا کوئی غلام ہوتا ہے، وہ صرف اللہ کے آئین کا پابند ہوتا ہے۔

انسان مختلف نوع کے جذبات کی حامل مخلوق ہے، اس لیے'' خودساختہ قانون'' عدل وانصاف پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ بے نیاز ہے، اسے کسی کی ضرورت نہیں، اس لیے اس کا قانون بھی، انسانی تاریخ بتاتی ہے، کہ سب کے لیے یکساں رہا ہے۔ اس کا قانون ہی عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرسکتا ہے۔ جس وقت فاطمہ مخزومیہ نامی عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی آپ کے پاس سفارشی بن کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتا، قرآن کہتا ہے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ (الحجرات، آیت ۱۳)

شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے:

کُلُّکم من بنی آدم وآدم من تراب (کتاب الحج، صحیح بخاری)

علامہ فرماتے ہیں:

بندہ حق بے نیاز از ہر مقام
نے غلام اُورا نہ اُو کس را غلام
بندۂ حق مرد آزاد ہست وبس
ملک وآئینش خداداد ہست وبس
زیر گردوں آمری از قاہری است
آمری از ما سوا اللہ کافری است

(جاوید نامہ)

مختلف سماجی حالتوں میں بھی مومن عادل ہوتا ہے، وہ ہر قسم کی تمیز و امتیاز سے بالاتر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ (بنی اسرائیل، آیت ۷۰) کے شرف سے انسان کو مشرف فرمایا پھر اس کے اس اعزاز کو اس طرح قائم رکھا کہ اسے اپنے سوا کسی کے آگے نہ جھکنے کا حکم فرمایا۔ بدقسمتی سے انسان اس شرف کو قائم نہ رکھ سکا اور اس نے غیر اللہ کی غلامی کا قلادہ گلے میں ڈال کر خود کو قعرِ مذلت میں گرا لیا۔ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکانے کی بجائے مُلحد قوتوں کی اطاعت قبول کر لی ہے، رب کے احکام ماننے کا دعویٰ کرنے والوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہ اپنے ہم جنسوں کی غلامی کر کے خود کو اپنے اصل مقام سے گرا رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ کتنے کتے دوسرے کتوں کے آگے سر نہیں جھکاتے، لیکن انسان ایسا گیا گزرا ہے کہ وہ اس معاملے میں ان کی زندگی سے بھی سبق حاصل نہیں کرتا:

آدم از بے بصری بندگیِ آدم کرد
گوہرے داشت ولے نذرِ قباد وجم کرد
یعنی از خوئے غلامی ز سگاں خوار تر است
من نہ دیدیم کہ سگے پیش سگے سر خم کرد

(پیام مشرق نظم "غلامی")

آدمی نے اپنی کم نگاہی سے آدمی کی بندگی کی۔ اس کے پاس موتی تھا لیکن اس نے بادشاہوں کی نذر کر دیا یعنی وہ غلامی کی عادت میں کتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی کتے نے کسی کتے کے آگے سر جھکایا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی اسی صورت میں ممکن ہے جب ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو اور ملک کے تمام قوانین کتاب وسنت کے مطابق ہوں، سیاسی اور قانونی معاشی ومعاشرتی اور عائلی الغرض زندگی کے جملہ معاملات میں اسے شعوری اور غیر شعوری طور پر ان احکامات کی اطاعت کرنا پڑے گی.

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قانون کے برعکس لوگوں یا کسی ادارے کے بنائے ہوئے قوانین کی صورت میں اللہ تعالی کی اطاعت کا کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ زبان سے کوئی کتنا ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا دعویٰ کرے حقیقت میں اس کا معبود حقیقی وہی ہوگا جس کی عملی اطاعت کا وہ دم بھرتا ہو.

گرچہ برلب ہائے اُو نام خُدا است
قبلہ اُو طاقتِ فرماں روا است

اللہ تعالیٰ کو حاکم تسلیم کر لینے کے بعد یہ بات از خود واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو اپنی عبودیت کا اظہار کر لینے کے لیے اسی کی بندگی کرنا ہوگی اور اپنی انا کے سارے پتے اس کے سپرد کر کے دنیا کی خلافت کا مستحق ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اللہ کی اَنا میں کسی اور ا کی اَنا کا تصور بھی جرم کبیرہ ہے، عبادت کے دو اجزاء ہیں

ا۔ پوجا پاٹ و پرستش؛ ۲۔ اطاعت و فرماں برداری

کسی ایک صورت میں دوسری کا نہ ہونا شرک ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه لَه الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (القصص، آیت ۸۸)

اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ پکارو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی ذات

کے سوا تمام چیزیں ربوبیت سے خالی ہیں۔حکم اسی کے لیے ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حاکم اور معبود صرف وہی ذات ہو سکتی ہے۔ جو'' قائم بالذات'' ہو اور ہر وقت اور ہر جگہ اپنا تسلط رکھتی ہو، ان صفات سے متصف صرف اللہ کی ذات گرامی ہے۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو سن سکے، ہر بیقرار کی بیقراری کو سن سکے، کائنات میں کوئی اس کا ہمسر نہیں:

• لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (اخلاص)، اسے فنا نہیں باقی سب کو فنا ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ○ وَّیَبْقٰی وَجْھُہٗ رَبُّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ○ (الرحمٰن، آیت ۲۷، ۲۸)

اقبال کا کہنا ہے

• آہ، اے مردِ مسلمان تجھے کیا یاد نہیں

حرف لاتدع مع اللہ الٰھاً آخر (ضرب کلیم)

جو کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معبود سمجھ کر اسکے آگے جھکتا ہے تو وہ اپنی تذلیل کرتا ہے۔

تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن (بال جبریل)

حقیقت میں انسان کا شرف اسی میں ہے کہ وہ خدائے واحد کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ جانے، دعاؤں میں اسی کو پکارے اور اسی کی بندگی کا اہتمام کرے۔

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

(ساقی نامہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے رسول بھیجے اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ پر قرآن پاک نازل فرما کر دین کو مکمل کر دیا اور ساتھ ہی اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔

یہ ایسی مکمل اور جامع ہدایت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور ضابطے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرآن میں زندگی کے جملہ اصول وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں جو قیامت تک ہونے والے تغیرات کا حل پیش کرتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ انسان نے جب قرآن پاک کو لائحہ عمل بنایا اسے سربلندی اور ظفرمندی نصیب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان

سچا ہو گیا کہ میں جس کلمے کی طرف دعوت دے رہا ہوں اس کو مان لو گے تو ایک دن قیصر و کسریٰ کے تخت کے وارث بن جاؤ گے چنانچہ آگے چل کر ایسا ہی ہوا۔ وہ نہ صرف ان سلطنتوں کے وارث بنے، بلکہ انہوں نے دنیا کو جہانگیری و جہانبانی کے گُر سکھائے:

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ، فقر بوذر صدق سلمانی (طلوع اسلام)

قرآن پاک کی تعلیم نے خوفِ خدا کے سوا سب خوف دلوں سے نکال دیئے، جب قرآن کی جگہ انسانی قانون نے لے لی۔ انسان کے کردار و عمل میں پختگی نہ رہی۔ حق کی جگہ تملق اور خوشامد نے لے لی اور دلوں میں غیر اللہ کا خوف آ گیا، تو یہ اثرات ختم ہو گئے.

اقبالؒ کہتا ہے:.

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

(جواب شکوہ)

مسلمان زمانے کی گردش کا گلہ کرتا ہے، لیکن اس کی پستی کا سبب قرآن پاک سے دوری ہے، اقبالؒ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے

خوار از مہجوری قرآن شُدی شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شُدی

تو قرآن کو چھوڑ کر ذلیل ہوا لیکن زمانے کی گردش کا گلہ کرنے لگا۔ قرآن کا وعدہ ہے

وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ (آل عمران، آیت ۴۴)

اس کا یہ وعدہ سچا ہے۔

اگر انسان اللہ کے قانون پر خلوصِ نیت کے ساتھ اس پر عمل کرنا شروع کر دے اور اس کے متن پر فکر و تدبر سے کام لے۔ دنیا میں بلند مقام حاصل ہو سکتا ہے

آں کتابِ زندہ قرآن حلیم — حکمتِ اُو لایزال است قدیم
نوعِ انسان را پیام آفریں — حامل اُو رحمۃ اللعالمین

(مثنوی اسرار رموز)

قرآن پاک انسانوں کو انسانیت کے بلند رتبے پر فائز کرنے کے لیے نازل ہوا۔ اس نے انسانوں کو کامیاب زندگی گذارنے کا طریقہ بتایا۔ مسلمانوں نے اس پر عمل کیا تو دنیا کے حکمراں بن گئے۔ قرآن انسان کو فطری اصولوں کے مطابق زندگی گذارنے کا ڈھنگ سکھاتا ہے اور انسان کو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد کراتا ہے۔ یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعین کر کے اللہ تعالیٰ کی حکمرانی قائم کرتا ہے۔ دنیا کو دارالعمل اور آخرت کو دارالجزاء قرار دے کر انسان کو نیک اعمال کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ جہاد کا درس دیکر افراد معاشرہ کو فعال اور متحرک بناتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام دنیا جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ معاشرہ فرقہ بندیوں کا شکار تھا، انسان انسان کے ہاتھوں رسوا تھا۔ قانونَ طاقتور کا محافظ تھا۔ مظلوموں کی چہرۂ ارض پر کہیں بھی دادرسی نہ تھی۔ انسانیت پر مایوسی اور ناامیدی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایسے میں کوہِ صفا سے آواز آئی۔ قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ پھر نورِ نبوت کی ضیاء پاشیوں سے تمام عالم جگ مگا اٹھا۔ اب کسی انسان کو دوسرے انسان پر رنگ نسل زبان، مال و دولت کی بنا پر فوقیت نہ رہی۔ اس طرح اللہ کا مقصد بھی پورا ہو گیا کہ میں نے انہیں اس لیے مبعوث کیا ہے۔

وَیُزَکِّیھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ (الجمعہ، آیت ۲)

اقبال کہتے ہیں:

بُود انساں در جہاں انسان پرست
ناقص و نابود مند زیرِ دست (اسرار رموز)

نخوت و تکبر کے حوالہ سے اقبال کا کہنا ہے:

در نگاہے اُو یکے بالا و پست   با غلامِ خویش بر یک خواں نشست

(مثنوی اسرار رموز)

ایران کے ساتھ لڑائیوں میں ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ یزدجرد کا سپہ سالار جس کا نام باجان تھا مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا، اس نے اپنا صحیح مرتبہ بتائے بغیر ایک مسلمان سے جان کی امان طلب کی۔ مسلمان نے جان کی امان دے دی اور اپنی تلوار میان میں کر لی۔ جب مسلمانوں کو مکمل فتح ہوئی تو پتہ چلا کہ ایک مسلمان سپاہی سے جان کی امان حاصل کرنے والا شخص دشمنوں کا کوئی معمولی آدمی نہیں، بلکہ سپہ سالار ہے اور اس نے دھوکے سے امان حاصل کر لی ہے، چنانچہ بعض مسلمانوں نے امیر لشکر حضرت ابوعبیدہؓ سے اسی کے قتل کا مطالبہ کیا انہوں نے فرمایا: کہ ہم سب مسلمان ہیں ہم میں سے ہر ایک ملت کا امین ہے اگرچہ باجان ہمارا دشمن ہے اور اس نے مکاری سے امان حاصل کی ہے لیکن اسے امان دینے والا ہمارا مسلمان بھائی ہے، ہم اس کی امان کا احترام کریں گے عدل و مساوات دراصل رسالت کا ہی فیضان تھا۔

گفت اے یاراں مسلمانیم ما
تارِ چنگیم و یک آہنگیم ما
ہر یکے از ما امین ملت است
صلح و کیش، صلح و کینِ ملت است

(در معنی اخوت" اسرار رموز)

سطوتِ کسریٰ و قیصر رہزنش
بندہا در دست و پاؤ گردنش
کاہن و پاپا و سلطان و امیر
بہر یک نخچیر صد نخچیر گیر

(مثنوی اسرار رموز)

اسلام کی حقانیت اور مومن دوستی کے حوالے سے کہتے ہیں:

کل مومنِ اخوۃ اندر دلش
حریت سرمایہ آب و گلش
ناشکیب امتیازات آمدہ
در نہاد او مساوات آمدہ

(اسرار رموز)

جب دنیا میں انسان کی بندگی ہوتی تھی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقداروں تک ان کا حق پہنچایا اور غلاموں کو تخت بادشاہی عطا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤاجداد رسول اور نبی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہی معزز ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقی اور پرہیز گار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امتیازات اور اونچ نیچ کے فرق کو برداشت نہ کرنیوالے بن کر آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں کامل مساوات تھی۔ اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ تسلیم کر لینے کے بعد شریعت محمدیہ کے تحت جو حکومت قائم ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نظام حکومت متعارف کرایا جس میں کوئی قانون سے بالاتر نہ رہا۔ سربراہ مملکت کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کر کے اسے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں، کہ آپ صحابہ کرام کے ساتھ ہی بیٹھتے تھے، باہر سے آنے والوں کے لیے آپ کو پہچاننا مشکل ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلام کے ساتھ بیٹھ کر دستر خوان پر کھانا تناول فرماتے اور کسی قسم کی برتری کا اظہار نہ فرماتے۔

....